© rasailojaraid.com

مولانا محمد جعفر پھلواروی

وحدتِ انسانی

وحدتِ ربّانی کا لازمی تقاضا ہے وحدتِ انسانی۔ جس طرح الوہیت کے ٹکڑے کرنا توحید کی نقیض یعنی شرک ہے، اسی طرح وحدتِ انسانی کے ٹکڑے کرنا بھی مشرکانہ فعل ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے :۔

... ولا تکونوا من المشرکین ۝ من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا (۳۰-۳۱-۳۲)

(... تم ایسے مشرک نہ بنو جنہوں نے دین کے ٹکڑے کر کے گروہ بندی اختیار کر لی۔)

ایک اور جگہ فرمایا :۔

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیئ... (۶ : ۱۵۹)

(جو لوگ دین میں تفریق پیدا کر کے گروہوں میں بٹ گئے ان سے اے رسول تمہارا کوئی واسطہ نہیں)

آخر قرآن نے تفریق اور گروہ بندی کو مشرکانہ فعل کیوں قرار دیا۔ صرف اس لیے کہ قرآن وحدتِ انسانی کا داعی ہے جو وحدتِ ربانی کا لازمی تقاضا ہے، جس طرح اللہ ایک ہے اسی طرح اس کے بندے بھی ایک امت ہیں۔ ایک جیسے حقوق اور ایک جیسی فطری ضرورتیں رکھتے ہیں۔ قانونِ الٰہی کی نظروں میں اسی طرح ایک ہیں جس طرح قانونِ فطرت کی نگاہ میں ایک ہیں۔ پیدائشی طور پر کوئی نہ بڑا ہے نہ چھوٹا۔ سب برابر ہیں اور ان میں تفریق پیدا کرنا مشرکانہ فعل ہے۔ ارشاد ہوا :۔

وما کان الناس الا امۃً واحدۃ فاختلفوا (۱۰-۱۹)

(سارے انسان ایک ہی امت ہیں مگر پھر اختلاف کرنے لگے)

دوسری جگہ ارشاد ہوا :۔

کان الناس امۃ واحدۃ... وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینٰت بغیاً بینھم (۲ : ۲۱۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(انسان تو ایک ہی امت ہیں۔۔۔اس میں جن کو کتاب دی گئی بعد اس کے کہ ان کے پاس بینات آ گئیں باہمی بغض کی وجہ سے اختلاف کرنے لگے)

نیز ارشاد ہوا:-

ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ و انا ربکم فاعبدون (۲۱ : ۹۲)

(یہ تمہاری امت ایک ہی امت تو ہے۔ تم سبھوں کا رب میں ہوں۔ پس تم میری ہی بندگی کرو)

پھر یہی مضمون فاتقون کے لفظ سے ۲۳ : ۵۲ میں بھی دہرایا گیا ہے۔

اس کے علاوہ قرآن نے بیسیوں جگہ یاایھا الناس اور یابنی آدم کہہ کر خطاب کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے مخاطب تمام ہی نوع انسان ہیں اور وہ تمام انسانوں کو ایک ہی امت سمجھ کر مخاطب کرتا ہے اور سارے عالم انسانی کو ایک مرکز وحدت پر جمع کرنا چاہتا ہے۔ جہاں قرآن یاایھا الذین آمنوا اور یا اھل الکتٰب فرما کر مخاطب کرتا ہے وہاں انہی کے لیے مخصوص احکام دینا مقصود ہوتا ہے، لیکن وحدتِ انسانی سے الگ ہو کر نہیں۔ وہ تو اہل کتاب کو بھی وحدتِ امت کی ہی دعوت دیتا ہے کہ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم یعنی اسی بات پر اتحاد کر لو جو ہمارے تمہارے درمیان یکساں ہے۔

بہرحال اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ اسلام وحدتِ انسانی کا سب سے بڑا داعی ہے۔ اسی دعوت کو قبول کرنے والے "موحد" مسلم ہوتے ہیں۔

فرض کیجئے، آپ کے پاس ہر قوم کے لوگ بیٹھے ہیں۔ دہریے، یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ، مسلم اور ان سب کے مختلف فرقے بھی ہیں۔ اور آپ ان سے کہتے ہیں کہ :

پڑوسیوں سے ہمدردی کرنا چاہیے۔

سچ بولنا چاہیے۔

ناپ تول میں ایمان داری برتنی چاہیے۔

ناداروں کی مدد کرنی چاہیے۔

عدل، ایثار، خلوص، صبر وغیرہ اعلیٰ صفات ہیں۔

خود غرضی، طمع، تکبر وغیرہ بہت برے اوصاف ہیں وغیرہ وغیرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو بتایئے سننے والوں میں کوئی مخالفت کرے گا؟ یہ تو ہو سکتا ہے کہ سننے والے اس پر عمل نہ کرتے ہوں لیکن ان حقائق سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔

اسی طرح آپ ان کے سامنے کہتے ہیں کہ پانی کا فارمولا "H_2O" ہے۔ جس عدد کو ۹ سے ضرب دیجیے حاصل ضرب کے اعداد کا مجموعہ ۹ ہوگا ——— ایک مثلث کے تینوں زاویے دو قائمہ زاویوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ٹی، وی میں تصویریں آنے کا فارمولا یوں ہے۔ تو سائنس اور ریاضی کے ان مسائل کی حقیقت سے کون انکار کرے گا؟

اس بارے میں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اپنی ناواقفیت کا اظہار کر دے، لیکن واقعت کار انکار نہیں کرے گا۔ گویا یہ اخلاقی، عقلی اور تجرباتی چیزیں ایسے حقائق ہیں اور آفاقی صداقتیں ہیں جن پر تمام انسان متحد ہیں لیکن اگر آپ انہی انسانوں کے سامنے کوئی مذہبی عقیدہ یا طریقۂ عبادت پیش کریں، تو سب ان پر متفق نہ ہوں گے اور مختلف مسلکوں میں اختلاف پایا جائے گا۔ مگر عقیدہ و عبادت کی بنیادی اہمیت بھی مسلّم ہے جس سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ عقیدہ و عبادت کو اگر اونچا اور اہم مقام نہ دیا جائے تو مذہب کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مختلف مذاہب کے رہتے ہوئے وحدتِ انسانی کا مقصد کس طرح پورا ہو سکتا ہے؟

یہ بڑا اہم سوال ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ قرآن نے اس مشکل کا حل بتا دیا ہے۔ اسلام کے نزدیک مذاہب کا اختلاف وحدتِ انسانی میں مارج نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات (۲: ۱۴۸)

(ہر ایک کے لیے ایک خاص سمت ہے جدھر وہ رخ کیے ہوتا ہے لیکن تم خیرات کی طرف بڑھنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ)

اسی مفہوم کو دوسری جگہ یوں ادا فرمایا۔

لکل جعلنا منکم شرعۃ و منھاجا ... الی ... فاستبقوا الخیرات (۵: ۴۸)

(ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک خاص قانون اور راستہ (قانون پر چلنے کا) بتایا (اگر اللہ چاہتا تو جبراً تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ تو اپنے دیے ہوئے عطیوں میں تمہیں پرکھنا چاہتا ہے، پس تم خیرات کی طرف بڑھنے میں ایک دوسرے پر [illegible]

© rasailojaraid.com

یہ دونوں آیتیں بڑی توجہ کی مستحق ہیں۔ ہم نے ان دونوں میں لفظ "خیرات" کا ترجمہ خیرات ہی کیا ہے خیر (جس کی جمع ہے خیرات) میں وہ تمام چیزیں آجاتی ہیں، جن میں انسان کا بھلا ہو۔ چند مخصوص انسانوں کا نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی کا۔ اور بھلائی خواہ کسی قسم کی ہو، جسمانی، روحانی، اخلاقی، مادی، دنیوی، اخروی، علمی، وعملی، ذہنی، ہر طرح کی بھلائی عین خیرات ہے۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے کہ ہر قوم کا ایک خاص رخ ہے۔ جدھر وہ مڑی ہوئی ہے۔ ہر قوم کی الگ شریعت (شریعت وقانون) ہے اور اس پر چلنے کا طریقہ بھی ہے۔ یہ کوئی جھگڑنے کی چیز ہی نہیں۔ کیونکہ ہر ایک کا اپنا ذوق، اپنی روایات اپنا ماحول اور اپنے تقاضے ہیں۔ اور ان تمام چیزوں میں اختلاف ردّ وقبول ایک ایسی فطری چیز ہے جسے مٹایا تو نہیں جا سکتا، لیکن مانتا ضرور کیا جا سکتا ہے کہ یہ وحدتِ انسانی میں حارج نہ ہو۔ اختلافات تو بے شمار ہیں۔ زبانوں اور رنگوں کا اختلاف، پیشوں کا اختلاف، نسلوں اور خاندانوں کا اختلاف، غذاؤں اور لباسوں کا اختلاف، غرض سیکڑوں اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی انسانی دنیا ایک امت ہو سکتی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اختلافات وحدتِ انسانی کو پارہ پارہ کرتے رہیں۔ ارشادِ باری ہے:۔

لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ (۲۲ : ۶۷)

(ہم نے ہر قوم کے لیے الگ قسم کا طریقِ عبادت رکھا ہے جس پر وہ چل رہی ہے)

پس اعتقادات اور عبادات میں اختلاف تو ضرور رہے گا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اختلافات کی خاطر وحدتِ انسانی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا ضروری ہے؟ قرآن اس کی نفی کرتا ہے اور اختلافات کو بے اثر کرنے کا نسخہ یہ بتاتا ہے کہ تم ان معمولی اور فطری اختلافات کی طرف توجہ نہ دو۔ تمہاری توجہ "استباقِ خیرات" کی طرف ہونی چاہیے۔ تمہارا دین اور نظامِ زندگی یہ ہونا چاہیے کہ انسانی بھلائی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ اور فطری و فرعی اختلافات کو آخرت پر اٹھا رکھو جب کہ خدا خود ہی اس کا فیصلہ فرما دے گا۔

یہ اسلامی نظامِ زندگی کا اور اس کی فراخ دلی کا ایک معمولی مظہر ہے کہ خالص اسلامی مملکت میں بھی غیر مسلم پورے شہری حقوق کے ساتھ جیتے جاگتے رہ سکتے ہیں۔ ان کی جان، مال، آبرو، مذہب اور معابد سب کی حفاظت اسلامی مملکت کے ذمے ہوگی۔ وہ بت پوجیں، شرک کریں، صلیب کے جلوس نکالیں اپنی عبادت گاہوں کو سجائیں، [illegible] پاٹ کریں، جیسے چاہیں مذہبی

© rasailojaraid.com

رسوم ادا کریں، اسلام اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ اور ان کو تمام شہری حقوق دینا ہے۔ آخر کیوں؟ صرف اس لیے کہ اسلام ساری انسانی برادری کو ایک وحدت سمجھتا ہے سب کو یکساں حقوق کا حقدار تسلیم کرتا ہے اور سارے انسانوں کی بھلائی چاہتا ہے۔ وہ کسی پر اعتقاد یا عبادت کو زبردستی ٹھونسنا نہیں چاہتا کسی کو جبراً مسلمان بنانے کا کوئی رجحان نہیں رکھتا۔ ہر شخص اور ہر قوم اپنے اپنے طریقے پر قائم رہے تو اسلام اسے گوارا کرے گا۔ لیکن وحدتِ انسانی کے تصور کو ختم کر دینا اسے گوارا نہیں۔

قرآن نے اعتقادات اور مناسک اور طریقہ ہائے عبادت کے اختلاف کو دوسرے مذہبی اختلافات کی طرح کا ایک اختلاف قرار دیا ہے اور فاستبقوا الخیرات فرما کر مقصدِ حیات کی طرف متوجہ کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مناسک و عبادات کا اصل مقصود "استباقِ خیرات" ہی ہے۔ یعنی مناسک و اعتقادات دراصل ہی استباقِ خیرات کی طرف لے جانے کا ذریعہ ہیں۔ استباقِ خیرات کا مفہوم ہم ابھی واضح کر چکے ہیں کہ اس کا مطلب نفع رسانی اور منفعت بخشی کی طرف سبقت کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص مثلاً نماز کو نفع رسانی کی بجائے ایسی نفع اندوزی کا ذریعہ بناتا ہے جس میں دوسروں کا نقصان ہو یا اس نماز سے کسی کو کوئی نفع نہیں پہنچتا تو یہ ایک ایسی نماز ہوگی جس سے آنحضورؐ نے پناہ مانگی ہے اور یوں دعا فرمائی ہے کہ :۔

اللھم انی اعوذ بک من صلاۃ لا تنفع (ابوداؤد عن انس)

(اے اللہ میں ایسی نماز سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو بے نفع ہو۔)

اور اس کے پہلو بہ پہلو دوسرا ارشادِ نبوی یوں ہے کہ :۔

خیر الناس انفعھم للناس

(جو دوسروں کو جتنا زیادہ نفع پہنچائے وہ اتنا ہی بہتر انسان ہے۔)

© rasailojaraid.com